رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM WEEKLY QADIAN,

ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار جس کو
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

الحکم

دور جدید

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
(مجاہد مصری)

چندہ
والیان ریاست سے
عوام و امراء سے
معاونین سے
عوام سے
ممالک غیر سے

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
خدا کے فضل اور
رحم کیساتھ شائع
ہوتا ہے

نمبر ۲۳	۲۸ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ یوم پنجشنبہ	جلد ۳۷

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللّٰہ بنصرہ والہدیٰ کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ پھر الحکم کو جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے (آمین ثم آمین) الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جن کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار
مرزا محمود احمد
(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

معاونین الحکم سے دو باتیں

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے الحکم اپنے اس دور جدید کی پہلی ششماہی ختم کر رہا ہے۔ اس عرصہ میں اس کی ہر اشاعت خدا تعالیٰ کے فضل سے تاریخ مقررہ سے تین دن قبل ہوئی۔ اور اسکا کوئی نمبر ایسا نہیں تھا۔ جس نے پڑھنے والوں سے خراج تحسین حاصل نہ کیا ہو۔ اس خراج تحسین کی آوازیں ہندوستان کے ہر گوشہ سے ہی نہیں۔ بلکہ ہندوستان سے باہر افریقہ۔ لنڈن اور امریکہ تک سے اٹھیں اور ہر آواز نے ہمارے اندر ایک اُمید اور مسرت کی لہر پیدا کر دی۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ غیر مذاہب کے متعدد افراد نے بھی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

ایک ہندو گریجویٹ کی دلچسپی!

ابھی چند یوم کی بات ہے۔ کہ مکرم سید دلاور شاہ صاحب بخاری نے سنایا ایک ہندو گریجویٹ نے جو ایم اے ہے۔ اور خود بھی اخبار نویس ہے۔ نے اثنائے گفتگو میں ان سے کہا کہ "الحکم افراد سلسلہ میں ایک نئی زندگی پیدا کرتا ہے اور وہ اول سے آخر تک اپنے اندر جماعت کی تعلیم و تربیت کا سامان رکھتا ہے۔ اور جماعت کو عظیم الشان مقصد کے لئے تیار کرتا ہے"۔

بعض احباب نے لکھا کہ ان کو الحکم پڑھنے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نظر آنے لگا۔ بلکہ بعض نے کہا کہ ہم جب تک الحکم کو اول سے لے کر آخر تک نہ پڑھ لیں چین نہیں آتا۔

بعض احباب نے اطلاع دی کہ وہ الحکم کے پرچے کو خاص اہتمام سے رکھتے ہیں۔ تاکہ کوئی پرچہ ضائع نہ ہو۔ یہ سب امور اس امر کی کھلی کھلی دلیل ہیں۔ کہ الحکم نے احباب کے قلوب میں ایک غیر معمولی فضاء پیدا کر لی ہے۔ لیکن اس قدر امر ہمارے لئے اور اخبار کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اخبار کی زندگی کے اور اس کے بقاء و قیام کے لئے کم از کم ایک ہزار خریداروں کی ضرورت ہے

موجودہ اخراجات کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر جن خریداروں کو ہم وی پی کرتے ہیں وہ ہر ماہ وصول کرتے رہیں۔ تو زیادہ سے زیادہ ہم تین یا چار ماہ تک اخراجات چلا سکیں گے اور اس طرح سے اگلے دو تین ماہ کے اخراجات کے لئے ہم کو دقت کا سامنا کرنا پڑے گا

اس لئے اخبار کے بقاء و قیام کے لئے کم از کم ایک ہزار خریداروں کی ضرورت ہے

ہم خدا کے فضل سے یہ کہنے کے قابل ہو گئے ہیں کہ اس قلیل عرصہ میں الحکم کی اشاعت پانچ سو تک پہونچ گئی ہے۔ اس لئے اگر ہر ایک خریدار ایک ایک خریدار بھی دے تو یہ ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم یہی نہیں چاہتے ہیں بلکہ ہم اس میں مزید ترقیاں بھی داخل کر سکیں۔ اسلئے ہم تمام خریداران و سرپرستان الحکم سے آج ایک کھلا کھلا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہی کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ الحکم زندہ رہ کر۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت۔ سوانح۔ ملفوظات اور آپ کے صحابہ کی سیرت کو شائع کر کے محفوظ کر دے۔ تو آپ اس کی زندگی و بقاء کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک دفعہ متفقہ کوشش کریں۔ اس کوشش کا پہلا قدم یہ ہے کہ الحکم کی اشاعت

دو ہزار ہو

اگر الحکم کا ہر ایک خریدار یکم جنوری ۱۹۳۵ء تک تین تین خریدار دینے کا عزم کر لے تو الحکم کی اشاعت دو ہزار ہو سکتی ہے۔ جس سے ہم نہ صرف اس کے اخراجات کی فکر سے آزاد ہو جائیں گے۔ بلکہ ہم اس میں مزید مفید تبدیلیاں کر سکیں گے اور الحکم معنوی صورت کے علاوہ ظاہری طور پر اپنے حجم اپنی شکل و صورت اور اپنی جاذبیت میں بہترین پرچوں میں شمار ہو سکے گا۔

ہمارا دوسرا مطالبہ

یہ باتیں اشتہاری باتیں نہیں۔ اور نہ اخبار کے صفحات کو ختم کرنے کے لئے لکھی جاتی ہیں۔ بلکہ اخبار اپنے خریداروں کی ایک برادری رکھتا ہے جو اس کے نفع و نقصان کے برابر شریک سمجھے جاتے ہیں۔ پس میں خریداران الحکم سے اس اصل پر دوسرا مطالبہ یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں موجودہ پانچسو خریداروں میں کم از کم دو سو خریدار الحکم کو معاونت کا چندہ دیں یعنی عشہ روپے سالانہ۔ میری اگر اس درخواست نے قبولیت کا رنگ اختیار کیا۔ تو میں ایسے دوستوں کے اسمائے گرامی شائع کرنے میں خوشی محسوس کروں گا۔ جو الحکم کی اعانت خریداروں کے رنگ میں یا معاونین کے چندہ کی شکل میں کریں گے۔

بقایا داران سے

اسوقت ایک بڑی تعداد ایسے دوستوں کی موجود ہے جنہوں نے اسوقت تک قیمت ادا نہیں کی۔ ان میں سے بعض احباب نے ایک سے زائد دفعہ وی پی واپس کیا۔ مگر پرچہ بدستور لے رہے ہیں۔ ان کی خدمت میں بڑے ادب سے گزارش کروں گا کہ چھ ماہ تک الحکم لینے کے بعد ان کی طرف سے قیمت ادا کرنا پیشگی میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے اب وہ مہربانی کر کے اس حق کو جو ان کے ذمہ واجب الادا ہے۔ ادا فرما کر مشکور فرما دیں۔

اور اب بھی اگر وہ اس روش پر قائم رہے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ دیدہ و دانستہ سلسلہ کے ایک قیمتی پرچے کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ الحکم کے خریداران میں سے ایک بھی ایسا آدمی نہیں اس لئے ان سب سے میری درخواست ہے کہ اب وہ اپنی اپنی قیمت ادا فرما کر ممنون فرمائیں۔ بلکہ وی۔ پی کا انتظار ہی نہ کریں۔

غیر ممالک کے خریدار

غیر ممالک کے خریدار صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہاں چونکہ تین گنا زیادہ محصول لگا کر اخبار بھیجنا پڑتا ہے۔ اس لئے اخبار کے ذریعہ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ فوراً اپنے چندے بلکہ اس کے ساتھ مزید ڈونیشن بھی اس کے استحکام کے لئے جلد سے جلد بھیجدیں اور جدید خریداروں کے لئے سعی کریں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے آپ کے اموال میں بھی برکت ڈالی ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ اس نام کی بلندی کے لئے آپ اپنے اموال کو صرف کریں اور ایسے لوگوں کے نام اپنی گرہ سے پرچے جاری کرائیں۔ جو خود قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ مگر ان کی روحیں الحکم کی خریداری کے لئے بیقرار ہیں۔

احمدی انجمنوں سے التماس

ختم کرنے سے پہلے میں احمدی انجمنوں سے بھی یہ التماس کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اجتماعی حیثیت سے بھی اعانت الحکم کے سوال پر نظر کریں الحکم کا بقا و استحکام احمدی جماعت کے ملی فرض میں داخل ہے۔ وہ بجائے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عصر سعادت کی یادگار ہے حضرت اقدس نے اسے اپنا ایک بازو قرار دیا اور احمدی انجمنوں کے قیام کی تحریک میں الحکم نے ایک پایونیر کا کام کیا ہے۔ اس لئے اجتماعی حیثیت سے الحکم کی ایک ایک کاپی ہر جماعت کو خریدنی چاہیئے۔

اس مقصد کے لئے انجمنوں کے سکرٹری صاحبان کو مناسب ہے کہ وہ جلد سے جلد الحکم کی خریداری کی درخواست کریں۔ میں الحکم کی ایک ایک کاپی تمام انجمنوں کے سکرٹری صاحبان کی خدمت میں ارسال کروں گا۔ اور اگر کوئی انجمن کسی وجہ سے خریداری کے لئے آمادہ نہ ہو تو وہ ازراہ کرم بواپسی اطلاع دے۔

خاکسار

محمود احمد عرفانی

سیرۃ المہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ورق

(سلسلہ کے لئے دیکھیے الحکم ۱۴ر جون ۳۴ء)

کامیابیوں کی کلید استقامت ہی ہے

حقایق الٰہیہ ایمانیہ سے واقف سمجھ سکتا ہے کہ ساری نبوتوں اور اماموں اور ولایتوں کی جان اور کامیابیوں کی کلید یہی استقامت ہے۔ اور اس کی جڑ حقیقت میں وہ ایمان اور یقین ہے۔ جو ایک راستباز کو خدا کے کلمات اور اس کے وعدوں پر ہوتا ہے۔ یہی وہ استقامت اور ایمان بکلمات اللہ تھا جس نے مکہ کی کالی اور ڈراؤنی راتوں میں ہمارے سید و مولیٰ سرور اہل ملا کو مشعل کا کام دیا اور بالآخر مدنی زندگی کے روشن اور سفید دن دکھائے۔ اور ابتدائے آفرینش سے قیامت تک کا میابی کا کامل نمونہ آپ کی ذات کو بنایا۔

میں سچ سچ کہتا ہوں یہی وہ استقامت ہے۔ جو مسیح موعود کے دعویٰ کو دن بدن زور قوت اور شوکت میں بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ کیا یہ پوشیدہ بات ہے کہ ۱۸۹۰ء میں دعویٰ اور بینات کی کیا صورت تھی۔ اور آج کیا صورت ہے۔ اس اثناء میں کس قدر آندھیاں آئیں۔ مولویوں، شاعروں ناثروں۔ صوفیوں جسمانی زور کی دھمکی دینے والوں غرض اپنوں اور بیگانوں نے کیا تھوڑے زور لگائے کہ اس مدعی کو مٹا دیں یا کم سے کم اس دعویٰ کو ہی کمزور اور پست آواز کر دیں۔ مگر پھر یہ بات کیا ہے کہ زور اور تحدی دن بدن ترقی پر ہے۔ اتنے برس ایک بزدل اور مفتری اور کاذب کو مضبوط قدم رکھنے میں ساتھ نہیں دے سکتے۔ مادی چشموں سے پانی پینے والا آخر تھک جاتا ہے اُکتا جاتا اور ہار کھا جاتا ہے۔ مگر میرا مسیح میرا آقا ایدہ اللہ تو اب ۱۸۹۹ء میں جوان ہوا ہے۔ کفر کے فتوے اعداء کے منصوبے مخالفوں کے موذی مقدمے اور اس اور اُس کی ساری تدبیریں اس کے کھیت کی کھاد بن گئیں۔ وہ جو نادانی سے ہنستے اور ناعاقبت اندیشی سے بغلیں بجاتے تھے۔ کہ اب نبوت بند ہو گئی ذرا صبر کریں وہ دیکھیں گے۔ اور انشاء اللہ جلد دیکھیں گے کہ

خدا اپنے مرسل کا کیسا ناصر و مولیٰ ہے

اور چاہتا ہے کہ ایک عالم کو یقین دلا دے کہ مرزا غلام احمد لاریب مسیح موعود اور مہدی مسعود ہے“

یہ ۱۸۹۹ء میں حضرت مخدوم الملۃ نے شائع کیا اسکے بعد ۹ برس تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جسم عنصری میں زندہ رہے۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ جسے ہر قسم کے دکھ دیئے گئے تھے اور جس کی ناکامی اور نامرادی کی آرزو میں بڑے بڑے جبہ پوش خائب و خاسر رہے۔ آخر کامیاب و بامراد اُٹھا۔ اور کسی قسم کی مخالفت اور عداوت نے آپکے عزم و استقلال میں فرق نہ آنے دیا۔ یہی وہ استقامت تھی جس کو کہتے ہیں

الاستقامۃ فوق الکرامۃ

اعجاز المسیح اور مظاہرہ استقامت

اعجاز المسیح ایک نشان ہے جو پیر گولڑوی کے مقابلہ میں سورۃ فاتحہ کی اعجازی تفسیر کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ ان ایام میں آپ کی پرخلوص استقامت کا جو مظاہرہ ہوا اسے میں اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ حضرت مخدوم الملۃ کی آنکھ اور قلم سے پیش کرتا ہوں اگرچہ میں خود بھی اسکے دیکھنے والوں میں ہوں فرماتے ہیں:-

”اخوانی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کئی دفعہ میری روح میں پُرزور تحریک ہوئی کہ ان اثروں اور نقشوں پر کچھ لکھوں۔ اور بھائیوں کو مستفید و مسرور کروں۔ جو اس حصہ میں حضرت موعود علیہ السلام کی زندگی کے خاص اور بالکل نئے حصہ کے متاہدہ سے میرے حق جو۔ حق بین۔ حق گو۔ قلب پر وارد منقش ہوئے ہیں۔ پیر گولڑوی کے بمقابل تفسیر لکھنے کی میعاد (۷۰) دن ٹھیری تھی۔ اس بڑی تھوڑی میعاد میں سے بھی جو اصلاً اور حقیقۃً سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں غیر مسبوقہ حقایق کے ساتھ تفسیر لکھنے کے لیئے نہایت غیر مکتفی تھی۔ پورے تیس دن حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام نے یوں ہی منہا کر دیئے کہ اس اثناء میں آپ کے دست و قلم میں خاص منافرت رہی ایک لفظ تک نہ لکھا۔ اور نہ اس غبار آلود کو جگہ سے ہلا دینے والے کام کے نازک ذمہ داری کی طرف کچھ توجہ ہی کی

پورے ایک مہینے کے بعد جب لکھنے کا ارادہ کیا معاً بر و اطرات اور ضعف کے اس قدر متواتر دورے پڑنے شروع ہوئے کہ بسا اوقات پُردل اُمید زندگی کے چراغ کو شمع سحری کی طرح ٹمٹماتا دیکھ کر یاس کے تاریک کونے میں سرنگوں بیٹھ جاتی تھی مینے دس سال اس قدر اتصال اور ہجوم ان ہولناک امراض کو نہیں دیکھا تھا صحت کا یہ حال اور وعدہ اس قدر مضبوط ــ منجانب اللہ ہونے۔ گویا من اللہ ہونے کا ایک نشان اور معیار اور ایک حلیہ باقی۔ کوئی معمولی آدمی ہو اور عزت و ذلت کا معاملہ ہو۔ تو ایک سوچنے والا سوچ سکتا ہے کہ اس کے دل اور جان پر کیا گذر سکتی ہے۔ یہاں سارے جہان سے ٹکر لگی ہوئی ہے۔ ایک مامور اور مرسل اللہ کی یہ سول کی کامیاب عزت معرض امتحان میں۔ ضعیف محدود بشری نگاہ کے نزدیک معرض خطر میں تھی۔ مسودہ لکھنا۔ کاپی لکھنا۔ پروف دیکھنا اور پوری صفائی سے چھپنا۔ یہ سب کام ضروری تھا کہ اس تھوڑی مدت میں پورے ہوں۔

میرا دل بصیرۃ اور دلائل سے اس پر شاہد اور قائم ہے کہ اس وقت سے آپ کی مبارک انگلیوں کو چھونے کا شرف قلم کو ملا ایسی تفسیر کا کام آپ کو پیش نہیں آیا۔ ایک بات اور ایک تکلیف آپ کو پیش نہیں آئی۔ مختلف قسم کی زحمتوں کا سامنا آپ کو کرنا پڑا۔ آپ کی کریم و رحیم فطرت کا نبوۃ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) اور قرآن کریم کے اتباع سے ایک ہی رنگ پر اور مختصر پیرایہ پر قانع نہ ہونا۔ معانی اور نکات کے بحر ذخار کے مضطرب امواج کا آپ کی معنیٰ آفریں۔ جودت زا طبیعت میں موجیں مارنا۔ محدود وقت کی سخت قید لگ جانا اور ان سب پر سب سے زیادہ زحمت خوفناک امراض کا پے در پے حملہ آور ہونا۔ غرض یہ ایسی تحریکیں اور دباؤ تھے کہ ایک مامور کو پیس کر سرمہ کر دیتے بسا اوقات قوی دل لوگ بھی ایسے موقعوں پر جی چھوڑ کر رہ جاتے اور جدید اور بدیع مضامین کا پیدا کرنا تو برکنار موجودہ علم و دانش بھی ان کے دماغ سے پرواز کر جاتی ہے۔ مگر حضرت موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور اذن سے ۲۰ تاریخ کو تفسیر کی تسوید سے فراغت کر لی اور کاتب اور مطبع کا کام رہا جو انشاء اللہ دو روز میں۔ میرا موضوع اس وقت یہ نہیں کہ تفسیر کی نسبت گفتگو کروں اور اسکے اعجاز کے پہلوؤں پر بحث کروں وہ انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵ تک حسب وعدہ شائع ہو جائے گی۔ سنت اللہ کے موافق سعید اسے معجزہ اور آیۃ اللہ سمجھ کر خدا تعالیٰ کے نور کو پہچان لینگے اور شقی اسی کو تو بیہیں کرینگے جو ان کے اشباہ و امثال کے لئے موعودوں کے زمانہ میں تیار ہوا ہے۔

میرا مقصد اسوقت یہ ہے کہ میں اپنے ان دوستوں کو حضرت مامور کی استقامت اور اخلاص کی کیفیت کا نقشہ دکھاؤں۔ جو قدرت کی تقدیر دل سے اس نظارہ کے معائنہ سے دور پڑے ہیں۔ میرا دل مجھے یقین دلاتا ہے۔ محبوب و مولیٰ اور رؤف رحیم آقا کی یہ زحمت اور تکلیف جو اس راہ میں ان پر پڑی ہے ــ ان کے عاشق خدام کی محبت اور عشق کے لئے مہمیز کا کام دیگی اور یہ اطلاع اور شعور اور احساس ایک آگ ہوگی جو غیر کو غیر کا

تعظیم اور تکریم کو۔ نہ کہ کسی قسم کے جہد دریانت کے خیال اور یقین کو ان کے دل سے راکھ کر کے نکال ڈالے گی۔ میرا یگانہ اور تریاک خدا جس کی عظمت و جبروت کا تصور ایک صادق کی پیٹھ کی ہڈیاں توڑ دیتا ہے۔ گواہ اور آگاہ ہے کہ میں آپ کی اس محنت اور جانفشانی اور بیماریوں کی شدت کو دیکھ کر بسا اوقات حوفی محبت میں سخت رنج اور دکھ سے بھر جاتا اور بھاری

خلوت پسندی اور شہرت ونمائش سے نفرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ گوشہ خلوت پسند تھا۔ بارہا آپ نے فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے کھینچکر باہر نہ نکالتا۔ تو میں ابھی گوشۂ تنہائی کو ب غنیمت سمجھتا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھکو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
پر مجھے تونے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا!
میںنے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ وبار

اور میری ساری راحت اور خوشی اسی میں تھی خدا کی مشیت نے جب آپ کو اصلاح خلق کے کام پر مامور فرمایا تو آپ باہر آئے مگر اس حالت میں بھی آپ ہمیشہ ہر قسم کی نمائش ونمود سے پرہیز رہا۔ اور یہ خصوصیت آپ کی ہر موقعہ پر نمایاں رہی۔ مجلس میں آپکے لئے کوئی خاص مسند اور امتیازی جگہ نہ ہوتی تھی۔ خدام سے ملاقات میں آپ کے چہرہ اور زبان سے ایسے علامات اور الفاظ کا اظہار نہ ہوتا جس سے ذرا بھی شائبہ کسی تفوق کا پایا جاوے۔ میںنے دیکھا کہ بعض ایسے مواقع پیش آئے۔ جہاں نمائش کا موقع تھا۔ لیکن حضور نے ہر ایسے موقعہ پر ناپسند فرمایا۔ میں دو مثالیں پیش کرتا ہوں:-

(۱)

جہلم میں مولوی کرم الدین ساکن بھین نے ایک فوجداری مقدمہ دائر کیا اوائل ۱۹۰۳ء میں اس کی تاریخ مقرر تھی اس موقعہ پر ایک دوست نے عرض کیا کہ حضور اگر اجازت ہو تو ایک اشتہار دیدیں۔ تاکہ لوگ سٹیشنوں پر آجاویں۔ بظاہر ایک ایسے انسان کے لئے جو خدا کا فرستادہ ہو اس قسم کے اعلان سے کچھ حرج نہ تھا۔ مگر اس میں ایک شائبہ نمائش کا تھا۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا:- کہ

"جو ہمیں جانتے ہیں وہ تو اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور جو جماعت میں داخل نہیں ان کے لیے سردرد خریدنے کی ضرورت کیا ہے؟ میری طبیعت کے یہ امر خلاف ہے۔ اگر وہ اہل ہوتے تو خود یہاں آتے اب اس طرح ان سے ملاقات کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے"

اس موقعہ پر ہمارے ایک پرانے مخلص دوست منشی احمد دین صاحب جو ان ایام میں گوجرانوالہ میں اپیل نویس تھے ....

.... انھوں نے ایک اور رنگ میں بات کو پیش کیا۔ کہ حضور! گوجرانوالہ پہونچنے کا ٹھیک وقت معلوم ہو تو کھانا لے کر حاضر ہوں۔ فرمایا خدا لے جاتا ہے اور اسی کے حکم سے جانا ہے۔ کیا معلوم کس وقت جانا ہو۔ آپ دعوت کے اخلاص کا ثواب پا لیں گے۔

(۲)

قادیان کے بعد حضور نے جس مقام کو یہ عزت دی کہ وہ مجھے پسند اور پیارا ہے۔ وہ سیالکوٹ ہے جہاں حضور نے اپنے عہد شباب کے چند سال گزارے تھے۔ سیالکوٹ کی جماعت کو بھی ایک نمایاں شرف ہے کہ اس نے سلسلہ کے آغاز میں حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت میر حامد شاہ صاحب اور بہت سے دوسرے مخلص خدام پیدا اکئے۔ مقدمات کے ایام میں غالباً ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور گئے۔ تو جماعت سیالکوٹ نے وہاں پہنچ کر سیالکوٹ کے لئے حضور سے وعدہ لے لیا کہ سیالکوٹ بھی جائینگے۔ ایفاء عہد کے لئے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے سیالکوٹ جانے کا عزم فرمایا۔ مقدمات سے فرصت پاکر جب آپ قادیان تشریف لے آئے۔ تو جماعت سیالکوٹ نے میر عبدالرشید صاحب مرحوم جو حضرت میر حامد شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ جن کی نگرانی میں منارۃ المسیح کے بننے کا کام ہوا۔ اور منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی گئی۔ وہ حضور سے تاریخ روانگی وغیرہ امور کے لئے استصواب کرنے کو آئے۔ حضور نے انھیں جواب دیا کہ دو چار روز کے بعد جواب دونگا اسی اثناء میں سیالکوٹ سے ایک تاکیدی خط میر عبدالرشید صاحب کے نام آیا۔ کہ ایسے وقت آنا چاہیئے کہ حضور کا داخلہ شہر میں دن کیوقت ہو مگر حضور نے جس گاڑی میں جانے کا عزم فرمایا تھا وہ رات کو پہنچتی تھی۔ آپنے اس ارادہ کو بدلنا پسند نہ کیا۔ پھر ایک خاص آدمی قادیان سیالکوٹ سے محض اس ترمیم کے لئے آیا۔ مگر حضور نے اپنے پروگرام کو تبدیل نہ کیا۔ اور اس گاڑی میں ہی گئے جو رات کو پہنچی۔

اگر کوئی شخص حب جاہ اور نمائش کا گرویدہ ہوتا اور وہ اپنے جلوس کی شان کے لئے جو نا ہر ہوتی پسند کرتا۔ مگر آپنے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ اس لئے کہ آپ کے گوشہ خاطر میں اس کے لئے جگہ ہی نہ تھی۔ لیکن خدا کی قدرت کا نظارہ دیکھو کہ آپ جب سیالکوٹ پہونچے تو باوجود اس کے کہ رات ہو گئی تھی ہزارہا لوگ سٹیشن پر موجود تھے۔ آج دنیاداروں کے لئے جلوس نکالنے آسان نہیں۔ مگر اس وقت ایک ایسا شخص جس کی مخالفت کا بازار گرم تھا۔ اور سیالکوٹ میں کئی دن سے باقاعدہ مخالفت کا بازار گرم تھا۔ اور باقاعدہ جلسے ہو رہے تھے۔ کہ کوئی ان کے دیکھنے کو نہ جائے۔ ورنہ طلاق ہو جائے گی۔ ہزاروں لوگ نہ صرف سیالکوٹ سے بلکہ دیہات سے آئے ہوئے موجود تھے۔ یہ جذب اور کشش آپ کی تھی۔ اور جس چیز کو آپنے ترک کیا نمائش۔ خدا تعالیٰ نے آپ اس کا سامان کیا۔

ایسا ہی جہلم کے سفر میں پروگرام تک مشتہر نہ کیا گیا۔ دوستوں کو اطلاعیں دینے۔ ان کی دعوتوں کو منظور کرنے میں تامل ہوا۔ مگر وہ نظارہ جن آنکھوں نے دیکھا ہے وہ دوسروں کو دکھا ہی نہیں سکتیں اس کی کیفیت اور تاثرات کو بھی کوئی زبان اور مرقع نگار پیش نہیں کر سکتا۔ اور یہ ایک ایسا تماشا تھا

خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نشان ہوتے ہیں

میں نے ان سفروں میں جو دیکھا اسوقت لکھدیا تھا۔ آج جس ایمان اور معرفت کے ساتھ ان حقائق کو میں سمجھتا ہوں۔ اسپر بیان کروں تو کئی گھنٹوں میں وہ حقیقت ختم نہ ہو۔

جیسے نمود ونمائش سے آپ کو نفرت تھی اس کے ساتھ ہی ریا کا آپ کے اعمال میں وہم بھی نہیں آسکتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ کیا کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ میں بھی ریا آوے۔؟

فرمایا کیا تم کبھی چڑیا خانے گئے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا شیر چیتے اور دوسرے جانور ہوتے ہیں۔ کیا کبھی یہ خیال آسکتا ہے کہ ان کے سامنے لمبی نمازیں پڑھیں۔ وہاں تو ریاکار سے ریاکار انسان کے دل میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ جانور ہماری جنس سے تو ہیں نہیں۔ پھر ریا کیسی۔ ریا تو ہم جنسوں سے ہوتی ہے۔ اہل اللہ کسی سے ریا کریں ان کی مثال دوسرے لوگوں کے سامنے ایسی ہوتی ہے جیسے چڑیا خانہ کی۔

حقہ نوشی ترک کرنیکی تحریک

اے احمدی دوستو! آپ کو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلئے پیدا کیا ہے کہ جو جو گندی رسوم مسلمانوں میں جاری ہو گئی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ مگر افسوس آپنے کبھی حقہ سگرٹ کی عادت دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حقہ سگرٹ کی عادت اب احمدیوں میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔ مجھے تو افسوس یہ ہے کہ چوہڑا یا چمار یا ہندو اپنا مذہب جب تبدیل کرکے سکھ مذہب اختیار کرتا ہے تو وہ حقے اور سگرٹ کو صرف گرو کے کہنے سے فوراً چھوڑ دیتا ہے مگر احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی ایدہ اللہ نے سخت منع کیا تھا۔ بلکہ مرزا غلام احمد صاحب کو حقہ چھڑانے کے لئے مبلغ بھی مقرر کیا تھا

دوستو! خدا سے ڈرو۔ لوگوں سے نہ ڈرو۔ کیا کوئی غریب آدمی کسی بڑے افسر کے سامنے حقہ یا سگرٹ پیتا ہے۔؟ نہیں۔ اس لئے کہ وہ اس سے ڈرتا ہے۔ کہیں سزا نہ دیدے پھر کیا خدا تعالیٰ کا ڈر ان افسروں جتنا بھی نہیں۔ دیکھو خدا کے مسیح علیہ السلام اور اس کے خلیفوں نے منع کیا ہے۔ اور اس کے حکموں کو ماننا ہر احمدی کا فرض ہے جو کوئی اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے پس اس قبیح عادت کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اسی میں تمہاری فلاح اور بہتری ہے

ہر بھائی کو لازم ہے کہ وہ حقہ سگرٹ کی عادت کو چھوڑ دے خدا اس کی مدد کرے گا۔ اور جو دوست اس بری عادت کو چھوڑیں وہ اپنا نام لکھ کر مجھے روانہ کریں عاجز بھی اس کے لئے دعا کرے گا اور حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی دعا کرائیگا۔ والسلام

(بابا محمد حسن متصل دفتر الحکم قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھیے الحکم ۲۱ جون ۱۹۳۴ء)

فالج ایک طرف گرتا ہے۔ مگر یہ فالج ایسا فالج تھا۔ کہ دونوں طرف گرا تھا۔ فساد کامل دنیا میں برپا ہو چکا تھا۔ نہ بحر میں امن وسلامتی تھی۔ اور نہ بر پر سکون و راحت۔ اب اس تاریکی اور ہلاکت کے زمانہ میں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ آپ نے آکر کیسے کامل طور پر اس میزان کے دونوں پہلو درست فرمائے۔ کہ حقوق اللہ وحقوق العباد کو اپنے اصلی مرکز پر قائم کر دکھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی طاقت کا کمال اسوقت ذہن میں آسکتا ہے۔ جبکہ اس زمانہ کی حالت پر نگاہ کی جاوے۔ مخالفوں نے آپ کو اور آپ کے متبعین کو جس قدر تکالیف پہنچائیں۔ اور اس کے بالمقابل آپنے ایسی حالت میں جبکہ آپ کو پورا اقتدار اور اختیار حاصل تھا۔ اُن سے جو کچھ سلوک کیا۔ وہ آپکے علوشان کو ظاہر کرتا ہے۔ ابوجہل اور اس کے دوسرے رفیقوں نے کونسی تکلیف تھی جو آپ کو اور آپ کے جاں نثار خادموں کو نہیں دی۔ غریب مسلمانوں اور عورتوں کو باندھ کر مخالف جہات میں دوڑایا۔ اور وہ چیری جاتی تھیں۔ محض اس گناہ پر کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی کیوں قائل ہوئیں۔ مگر آپنے اُنکے مقابل صبر وبرداشت سے کام لیا۔ اور جبکہ فتح مکہ ہوا تو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر معاف فرمایا۔ یہ کسقدر اخلاقی کمال ہے جو کسی دوسرے نبی میں نہیں پایا جاتا۔ اللھم صل علےٰ محمد وعلےٰ آل محمد۔ غرض بات یہ ہے۔ کہ اخلاق فاضلہ حاصل کرو۔ کہ نیکیوں کی کلید اخلاق ہی ہیں۔

(الحکم جلد ۱۴ نمبر ۲۴ تاریخ تقریر جولائی ۱۹۰۸ء)

عزیر نبی کی دوبارہ زندگی کا راز

مسیح علیہ السلام کی وفات کے منکر اپنی دلائل میں حضرت عزیر کی زندگی کا سوال پیش کرتے ہیں۔ وہ سو برس مرکر پھر زندہ ہوا۔

مگر یاد رہے کہ یہ احیا بعد الاماتت ہے۔ اور احیا کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ کوئی آدمی مرنے کے بعد ایسے طور پر زندہ ہو جاوے کہ قبر پھٹ جاوے۔ اور وہ اپنا بوریا بدھنا بستر اُٹھا کر دنیا میں آجاوے دوم یہ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے ایک نئی زندگی جیسے کہ اہل اللہ کو دوسری زندگی دیجاتی ہے۔ جس طرح پر ایک شخص نے خدا سے ڈر کر کہا تھا کہ میری راکھ اُڑادیجائے۔ اس پر خدا تعالےٰ نے اس کو زندہ کیا۔ یہ راکھ اکٹھا کرنا بھی ایک جسمانی زندگی تھی۔ مرنے کے بعد جو زندگی ملتی ہے۔ وہاں تو راکھ کا اکٹھا کرنا نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ سب کچھ ہوا۔ مگر اپنے گھر تو نہ آیا۔ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ تسلی کے لئے ایک بات باقی ہے کہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے نشان بنا دینگے۔ میں نے کہا یہ ضروری نہیں ہے کہ لوگوں کے سمجھ بوجھ کے ... نشان

اور ایسا ہو کہ قبر پھٹ جاوے۔ اور مردہ نکل آوے یہ غلط بات ہے۔

بعض آدمی حجۃ اللہ آیات اللہ کہلاتے ہیں۔ بعض وجودہی نشان ہوتے ہیں۔ بعض کے مرنے کے بعد نشان قائم رہتے ہیں۔

یہ بیان کرنا ضروری تھا۔ کہ اس اعتراض کا منشاء کیا ہے۔ جس راہ کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ اُس کے خلاف ہے۔ ہمارے مخالفوں کا مسیح کی نسبت تو یہ اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہی آسمان پر گئے اور زندہ ہی واپس آئینگے۔ عزیر کے قصہ سے انکو کیا تعلق اور کیا مشابہت ہے؟

یہ مشابہت تو تب ہوتی اگر معترض کا یہ مذہب ہوتا کہ مسیح علیہ السلام قبر پھاڑ کر نکلیں گے۔ بلکہ اُن کا یہ مذہب ہی نہیں۔ تو پھر تعجب کی بات ہے کہ اس قصہ کو جو قیاس مع الفارق ہے کیوں پیش کرتے ہیں۔

ان معتقدات میں تو یہ ہے کہ کوئی اور شخص مسیح کا ہمشکل بن کر پھانسی ملا۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ اسی جسم سمیت اسی لباس میں آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور پھر یہ بھی تو نہیں بتلاتے کہ وہ آسمان پر بیٹھے کرتے کیا ہیں کیا بہشت میں نجاری کا کام کرتے اور بہشتوں کے تخت بناتے ہیں۔ خیر ہم کو اس سے بحث نہیں ہے۔ مگر جو نقشہ پیش کرتے ہیں اسکو عزیر کے قصہ سے کیا تعلق اور نسبت ہے؟

غرض اس سلسلہ میں یعنی مسیح کے قصہ میں عزیر کا قصہ داخل کرنا خلط مبحث ہے ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ عزیر کے قصہ کو مسیح کے آنے نہ آنے سے کچھ تعلق نہیں ہے ہاں اگر زنگ سوال اور ہو تو اور بات ہے۔ یعنی عزیر کیونکر زندہ ہوا۔؟ ہم اس قسم کی حیات کے منکر ہیں اور سارا قرآن اول سے آخر تک منکر ہے

اللہ تعالیٰ نے جو تجویز بندوں کے لئے رکھی ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے فرشتوں اس کی کتابوں وغیرہ پر ایمان رکھ کر خاتمہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ فرشتہ ملک الموت آکر قبض روح کر لیتا ہے۔ اور پھر اور واقعات پیش آتے ہیں۔ منکر نکیر آتے ہیں۔ اعمال آتے ہیں۔ پھر کھڑکی نکالی جاتی ہے پھر قرآن کریم کہتا ہے کہ موتی قیامت ہی کو اُٹھیں گے۔ یبعث اللہ الموتیٰ۔ معالم میں لکھا ہے کہ رجوع موتیٰ نہیں ہوتا۔

قرآن کریم کے دو حصے ہیں۔ کوئی بات قصہ کے رنگ میں ہوتی ہے۔ اور بعض احکام ہدایت کے رنگ میں ہوتے ہیں بحیثیت ہدایت جو پیش کرتا ہے اس کا منشاء ہے کہ مان لو۔ جیسے ان تصوموا خیر لکم۔

اب صوم فتح مکہ کا سبب کو کہتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں احکام میں صفائی ہوتی ہے۔ جیکہ اسی ہدایت کے سلسلہ میں فرمایا کہ ملک الموت آتا ہے۔ اور پھر رفع ہوتا ہے اور حدیث میں اس کی تائید آتی ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت یعنی جس نفس پر موت کا

حکم دیدیتا ہے اُس کو واپس نہیں آنے دیتا۔ دیکھو یہ خدا کا کلام ہے قصہ کے رنگ میں نہیں۔ بلکہ ہدایت کے رنگ میں ہے۔

جو لوگ قصص اور ہدایت میں تمیز نہیں کرتے اُن کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور قرآن کریم میں اختلاف ثابت کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ اور گویا اپنی عملی صورت میں قرآن کریم کو ہاتھ سے دے بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کی نسبت تو خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے لو کان من عند ... غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔ اور عدم اختلاف میں اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ٹھہرائی گئی ہے۔ لیکن یہ ناعاقبت اندیش قصص اور ہدایات میں تمیز نہ کرنے کی وجہ سے اختلاف پیدا کر کے اُس کو من عند غیر اللہ ٹھیراتے ہیں۔ افسوس اُن کی دانش پر!! ان لوگوں سے پوچھنا چاہیئے کہ مقدم ہدایات ہیں یا قصص؟ اور اگر دونوں میں تناقض پیدا ہو تو مقدم کس کو رکھو گے؟ اللہ تعالےٰ بار بار فرماتا ہے کہ جو مر جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے۔ اور ترمذی حدیث موجود ہے کہ ایک صحابی شہید ہوئے انھوں نے عرض کی کہ یا الٰہی مجھے دنیا میں پھر بھیج۔ تو اللہ تعالےٰ نے یہی جواب دیا قد سبقت قول منی حرام علےٰ قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون

اب قرآن کریم موجود ہے۔ اس کی شرح حدیث شریف میں صاف الفاظ میں موجود ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک خیالی اور فرضی کہانی کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟

ہم پوچھتے ہیں کہ اس کے بعد کیا چاہتے ہو؟ ہم قرآن کریم اور حدیث کو پیش کرتے ہیں۔ پھر عقل سلیم اور تجربہ بھی اسکا شاہد ہے۔ ہماری طرف سے خود ساختہ بات ہوتی تو تم نقص پیش کر دیتے۔ مگر یہاں تو ہدایت اور اس کی تائید میں حدیث پیش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اور کیا چاہیئے۔ فما ذا بعد الحق الا الضلال۔

قصوں کے حقائق بتانے خدا تعالےٰ کو ضروری نہیں اُن پر ایمان لاؤ اور اُن کی تفاسیر حوالہ بخدا کرو۔

صوم کے لئے اعرابی بھی پوچھتے تھے۔ ہر آیت میں حق ظاہر ہوتا ہے۔

قصوں میں یہ بات ضرور نہیں۔ مثلاً اب یہ ضرور نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مخالف بت پرستوں کے بتوں کا حلیہ بھی بتایا جائے۔ اس قسم کے خیالات سوء ادبی پر مبنی ہوتے ہیں۔ غرض یاد رکھو کہ قصص قرآنی میں بیہودہ چھیڑ چھاڑ درست نہیں ہے۔ انسان پابند ہدایت نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تصریح نہ ہو۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہدایتوں کو آسان کر دیا ہے۔ اسی طرز پر اللہ تعالےٰ نے یہ صراحت کی ہے کہ مردے واپس نہیں آتے۔

ہمارے مخالفوں میں اگر دیانت اور خدا ترسی ہو تو

عزیر کا قصہ بیان کرتے وقت ضرور ہے کہ وہ ان آیات کو بھی ساتھ رکھیں۔ جن میں لکھا ہے کہ مردے واپس نہیں آتے۔ پھر ہم بطریق تنزل ایک اور جواب دیتے ہیں اس بات کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ قصوں کے لئے اجمالی ایمان کافی ہے ہدایات میں چونکہ عملی رنگ لانا ضروری ہوتا ہے۔ اسلئے اس کا سمجھنا ضروری ہے۔ ماسوا اس کے جو لکھا ہے کہ سو برس تک مردہ رہے اَمَاتَ کے معنی اَنَامَ بھی آئے ہیں۔ اور قوت نامیہ اور حسیہ کے زوال پر بھی موت کا لفظ قرآن کریم میں بولا گیا ہے۔ بہر حال ہم سونے کے معنے بھی اصحاب کہف کے قصہ کی طرح کر سکتے ہیں اصحاب کہف اور عزیر کے قصہ میں فرق کہ اصحاب کہف کے قصہ میں ایک کتا ہے۔ اور یہاں گدھا ہے۔ اور نفس کتے اور گدھے دونوں میں مناسبت رکھتا ہے خدا نے یہودیوں کو گدھا بنایا ہے اور کتے کو بلعم کے قصہ میں بیان فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نفس پیچھا نہیں چھوڑتا ہے اور بیہوش ہوتا ہے اس کے ساتھ یا کتا ہوگا یا گدھا۔

غرض دوسرے طریق پر جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اَمَاتَ کے معنے اَنَامَ کرتے ہیں اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ سو برس چھوڑ کر کوئی دو لاکھ برس تک سویا رہے ہماری بحث یہ ہے کہ روح ملک الموت لے جاوے پھر واپس دنیا میں نہیں آتی۔ سونے میں بھی قبض روح تو ہوتا ہے۔ مگر ملک الموت نہیں لے جاتا۔

اور عرصہ دراز تک سوئے رہنا ایک ایسا امر ہے کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہندوؤں کی کتابوں میں دم سادھنے (حبس دم کرنے) کی ترکیبیں لکھی ہوئی ہیں۔ اور جو لوگ ابھیاس کی منزلوں میں دم سادھتا بھی ہے۔ ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ہے اخبارات میں لکھا تھا کہ ایک ریل کی سڑک تیار ہوتی تھی تو ایک سادھو کی کٹیا نکلی۔ ایسا ہی اخبارات میں ایک لڑکے کی بیس سال تک سوئے رہنے کی خبر گشت کر رہی ہے۔ غرض یہ تو کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ ایک آدمی سو سال تک سویا رہے۔ پھر یہ لفظ لَمْ یَتَسَنَّہْ قابل غور ہے۔ اور موجودہ زمانہ کے تجربہ پر لحاظ کرنے کے بعد لَمْ یَتَسَنَّہْ کی حقیقت سمجھ لینا۔ کچھ بھی مشکل نہیں ہے ایک ثقہ آدمی لکھتا ہے کہ میں نے گوشت کھایا ہے۔ جو میری پیدائش سے ۳۰ برس پہلے کا پکا ہوا تھا۔ جو اکال کر بند کر لیا گیا تھا۔

اب ولایت یورپ اور امریکہ سے ہر روز ہزاروں لاکھوں بوتلوں میں لَمْ یَتَسَنَّہْ کھانے پکے پکائے چلے آتے ہیں۔ لَمْ یَتَسَنَّہْ کا اثر تو ہندوؤں کے جوگ پر پڑتا ہے اور آج کل کے علمی بلند پروازیوں کی حقیقت کھولتا ہے کہ قرآن کریم میں پہلے سے درج ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جیسے ہوا کے ایک خاص اثر سے کھانا مر جاتا ہے۔ اسی طرح انسان پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے اب اگر خاص ترکیب سے کھانے کو اس ہوا کے اثر کو محفوظ رکھ کر زندہ رکھا جاتا ہے۔ تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے ممکن ہے آئندہ کسی زمانہ میں یہ حقیقت بھی کھل جاوے کہ انسان پر کھانے کی طرح عمل ہو سکتا ہے۔ یہ علوم ہیں ان کے ماننے سے کوئی حرج لازم نہیں آتا۔

آجکل کی تحقیقات اور علمی تجربوں نے ایسے موزے بنا لئے ہیں۔ کہ انسان ان کو پہن کر دریا میں چل سکتا ہے۔ اور ایسے کوٹ ایجاد ہو گئے ہیں کہ آگ یا بندوق کی گولی ان پر اپنا اثر نہیں کر سکتی۔ اسی طرح سے لَمْ یَتَسَنَّہْ کی حقیقت جو قرآن کریم کے اندر مرکوز ہے علمی طور پر بھی ثابت ہو جاوے۔ تو کیا تعجب ہے؟ ہوا کا اثر کھانے کو تباہ کرتا ہے۔ اور انسان کے لئے بھی ہوا کا بڑا تعلق ہے ہوا کے دو حصے ہیں۔ ایک قسم کی ہوا اندر جاتی ہے۔ تو اندر تازگی پیدا ہوتی ہے۔ غرض اگر لَمْ یَتَسَنَّہْ والی بات نکل آوے۔ تو ہمارا تو کچھ بھی حرج نہیں۔ بلکہ جس قدر علوم طبعی پھیلتے جاتے ہیں۔ اور پھیلیں گے۔ اسی قدر قرآن کی عظمت اور خوبی ظاہر ہوگی۔

ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ ولایت کے پکے ہوئے شوربے اور گوشت ہندوستان میں آتے ہیں اور بگڑتے نہیں۔ ولایتی ادویات ہزاروں میل سے آتی ہیں۔ اور مہینوں برسوں پڑی رہتی ہیں خراب نہیں ہوتیں مجھے ایک شخص نے بتایا کہ اگر انڈے کو سرسوں کے تیل میں رکھ کر چھوڑ دیں۔ تو نہیں بگڑتا۔

اس طرح پر ممکن ہے کہ انسان کے شباب اور طاقتوں پر بھی اثر پڑے۔ بعض مسلمانوں نے بھی دم سادھنے کی کوشش کی ہے۔ خود میرے پاس ایک شخص آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں دن میں دو بار سانس لیتا ہوں۔ یہ عملی شہادت کہ ہوا کو سڑنے میں دخل ہے۔ اس قسم کی ہوا سے جب بچایا جاوے تو انسان کی عمر بڑھ جاوے۔ تو حرج کیا ہے۔ اور عمر کا بڑھنا مان لیں تو کیا حرج ہے۔

قاعدہ کی بات ہے جس قدر حکمتیں ایجاد ہوتی ہیں۔ تو طبعی طور پر خدا نے قاعدہ رکھا ہے۔ یا عناصر کے نظام میں بات رکھی ہوتی ہے۔ کوئی محقق دیکھ کر بات نکال لیتا ہے۔ ہم کو اس پر کوئی بحث نہیں ہے۔

ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ علوم طبعی جس قدر ترقی کرینگے۔ اور عملی رنگ اختیار کریں گے قرآن کریم کی عظمت دنیا میں قائم ہوگی۔

(الحکم جلد ۴ نمبر ۲۸)

اسلام اور عیسائیت

۱۲؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو لالہ کیشو داس صاحب تحصیلدار بٹالہ اتفاق سے قادیان میں وارد ہوئے۔ اور حضرت اقدس سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ اور عرض کیا کہ مجھے فقراء سے ملنے کا بہت شوق ہے اور اسی شوق کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا:۔

بیشک اگر آپکے دل میں اہل دل لوگوں کے ساتھ محبت نہ ہوتی۔ تو آپ ہمارے پاس کیوں آتے۔ اور ایک دنیا دار کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ایک دنیا سے الگ گوشہ نشین کے پاس جاوے۔

مناسبت ایک ضروری شے ہے۔ اور اصل تو یہ ہے کہ جبکہ انسان ایک فنا ہونے والی ہستی ہے۔ اور موت کا کچھ بھی پتہ نہیں کہ کب آ جاوے۔ اور عمر ناپائیدار شے ہے۔ پھر کس قدر ضروری ہے کہ اپنی اصلاح اور فلاح کی فکر میں لگ جاوے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ دنیا اپنی دھن میں ایسی لگی ہے کہ اس کو آخرت کا کچھ فکر اور خیال ہی نہیں خدا تعالیٰ سے ایسے لاپرواہ ہو رہے ہیں۔ گویا وہ کوئی ہستی ہی نہیں۔ ایسی حالت میں جبکہ دنیا کی ایمانی حالت اس درجہ کمزور ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے تاکہ میں زندہ ایمان زندہ خدا پیدا کرنے کی راہ بتاؤں۔ جیسا کہ خدا کا عام قانون ہے۔ بہت لوگوں نے جو سعادت اور رشد سے حصہ نہ رکھتے تھے۔ خدا ترسی اور انصاف سے بے بہرہ تھے مجھے جھوٹا اور مفتری کہا۔ اور ہر پہلو سے مجھے دکھ دینے اور تکلیف پہنچانے کی کوشش کی کفر کے فتوے دے کر مسلمانوں کو بدظن کرنا چاہا۔ اور خلاف واقعہ امور کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے اس کو بھڑکانے کی کوشش کی۔ جھوٹے مقدمات بنائے۔ گالیاں دیں۔ قتل کرنے کے منصوبے کئے۔ غرض کونسا امر تھا جو انھوں نے نہیں کیا مگر میرا خدا ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ اس نے مجھے ان کی شرارت سے پہلے ان کے فتنہ اور اس کے انجام کی خبر دی۔ اور آخر وہی ہوا جو اس نے ایک عرصہ پہلے مجھے بتلایا تھا۔ اور کچھ وہ لوگ بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سعادت خدا ترسی۔ اور نور ایمان سے حصہ دیا ہے۔ جنھوں نے مجھے پہچانا۔ اور اس نور کے لینے کے واسطے میرے گرد جمع ہو گئے۔ جو مجھے خدا تعالیٰ نے اپنی بصیرت اور معرفت بخشی ہے۔ ان لوگوں میں بڑے بڑے عالم ہیں۔ گریجوایٹ ہیں۔ وکیل اور ڈاکٹر ہیں۔ معزز عہدہ داران گورنمنٹ ہیں۔ تاجر زمیندار ہیں۔ اور عام لوگ بھی ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ نااہل مخالف اتنا بھی نہیں کرتے کہ ایک حق بات جو ہم پیش کرتے ہیں۔ اس کو آرام سے سن ہی لیں ان میں ایسے اخلاق فاضلہ کہاں؟ ورنہ حق پرستی کا تقاضا تو یہ ہے ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
گر نوشت است پند بر دیوار

اس زمانہ میں مذہب کے نام سے بڑی نفرت ظاہر کی جاتی ہے اور مذہب حقہ کی طرف آنا تو گویا موت کے منہ میں جانا ہے۔ مذہب حق وہ ہے۔ جس پر باطنی شریعت بھی شہادت دے اٹھے۔ مثلاً ہم اسلام کے اصول توحید کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی حقانی تعلیم ہے۔ کیونکہ انسان کی فطرت میں توحید کی تعلیم ہے۔ اور نظارہ قدرت بھی اس پر شہادت دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مخلوق متفرق پیدا کر کے وحدت ہی کی طرف کھینچا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحدت ہی منظور تھی۔ پانی کا ایک قطرہ اگر چھوڑیں۔ تو وہ گول ہوگا۔ چاند سورج۔ سب اجرام فلکی گول ہیں۔ اور کرویت وحدت کو چاہتی ہے۔ ہم اس وقت بے انتہا خداؤں کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو ہے ہی ایک بیہودہ اور بے معنی اعتقاد اور بے شمار خدا ماننے سے اعتقاد اٹھ جاتا ہے۔ مگر ہم تثلیث کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم نے جیسا قدرت کے نظارہ سے ثابت کیا ہے کہ خدا ایک ہی ہے اس طرح پر اگر خدا معاذ اللہ تین ہوتے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تو چاہیے تھا کہ پانی اور آگ کے شعلے اور زمین آسمان کے اجرام سب کے سب سہ گوشہ ہوتے۔ تاکہ تثلیث پر گواہی ہوتی۔ اور نہ انسانی نور قلب کبھی تثلیث پر گواہی دیتا ہے۔

(باقی آئندہ)

گذشتہ سے پیوستہ

نمبر ۲

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت مولوی عبدالسلام صاحب کاٹھ گڑھی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

(سلسلہ کے لئے دیکھیے الحکم ۲۱ جون ۱۹۳۴ء)

اس کے علاوہ سکول کی عمارت کا کام امیر جماعت ہونے کی وجہ سے تمام جماعت کی ذمہ داری اور سکولوں کے مینجر اور مڈل سکول میں بطور مینجر کے کام کرتے تھے اور حکام کو ملنے کا کام - ادھر حکمت کا کام بھی جاری رکھتے تھے - آپ دوائی مفت دیتے تھے - اور کوئی فیس وغیرہ بھی نہیں لیتے تھے - آپنے ایک کفایت شعاری بنک بھی سکول میں کھولا ہوا تھا - اس کا کام بھی آپکے سپرد تھا - اور زمیندارہ بنک کے بھی آپ ممبر تھے - اور تمام ضلع کے نائب مہتمم تبلیغ بھی تھے - ضلع کی جماعتوں کا بھی دورہ کرتے - اور علاقہ میں کوئی مبلغ آتا تو اسکے ساتھ ملکر گاؤں میں تبلیغ کراتے -

آپ سکول کے پاس شدہ طلباء کو جو تعلیم جاری رکھنا نہ چاہیں ملازم بھی کرادیا کرتے تھے - چنانچہ نامٹ سکول کے پاس شدہ پٹواری ٹیچر اور محکمہ مال زراعت اور پولیس میں ملازم ہو گئے ہیں - غریب طلباء کو آپ کتابیں اپنی گرہ سے خرید کر دیا کرتے تھے - انگریزی نہ ہی سنسکرت فارسی کی کتابیں پڑھتے رہتے تھے - اور سکول میں باقاعدہ مشینری کے طلباء کو پڑھایا کرتے تھے - آپ گاؤں کے تمام بچوں کے نام جانتے تھے - جس وقت بچہ پیدا ہوتا تھا - اسی وقت سے انتظار میں رہتے تھے کہ کب پانچ سال کا ہو اور سکول میں داخل کیا جاوے - اور اسی وقت سے اس کے والدین کو پڑھانے کی تحریک کرتے رہتے تھے - اور تعلیم کے فائدے بتاتے رہتے تھے - اچھوت اقوام کے طلباء کو بھی کوشش سے سکول میں داخل کیا کرتے تھے - اور انکو کتابیں وغیرہ اپنی گرہ سے خرید کر دیا کرتے تھے - آپ اکثر انعام تقسیم کرکے لوگوں کو تعلیم کا شوق دلایا کرتے تھے - آپ ہوشیارپور سے اڈلٹ سکول کے طلباء کے لئے کھالیاں خرید لاتے تھے - اور ان پر ان کا نام کندہ کرا لیا کرتے تھے - اور ان کے بچوں کے لئے ٹوپیاں خرید لایا کرتے تھے - اور بہت سے ان کے استعمال کی چیزیں - بعض دفعہ شوق دلانے کے لئے چائے کی دعوت دے دیا کرتے تھے - اسی طرح دوسرے بچوں کو بھی انعام تقسیم کیا کرتے تھے - اور مٹھائی بھی تقسیم کیا کرتے تھے آپ ہندو کی دوکان سے مٹھائی نہیں خریدتے - بلکہ خود ہی مٹھائی لڈو شیرینی بنا لیا کرتے تھے - اور استادوں اور لڑکوں کو مٹھائی بنانے میں شامل کر لیا کرتے تھے - نوجوانوں کو مسجد میں خاص کر عشاء اور فجر میں مٹھائی تقسیم کرکے نماز با جماعت کی عادت ڈالا کرتے تھے - لڑکیوں کو ان کے استعمال کی چیزیں - پنسلیں - ریشم - قروشیے موتی وغیرہ انعام میں دیا کرتے تھے - اور جو لڑکی خارج ہو چکی ہو یا غیر حاضر ہو اس کو بلا کر دے دیا کرتے تھے - اس تعلیم میں زیادہ شوق پیدا ہوتا تھا - آپ لڑکیوں کو زیادہ انعام تقسیم کیا کرتے تھے - اگر ہفتہ واری نہیں تو پندرہ روز کے بعد ضرور انعام تقسیم کرتے تھے - ان کی مائیں انعام کی خاطر تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجتی تھیں - جو لڑکے اور لڑکیاں قرآن شریف ختم کرتے - تو آپ ختم قرآن کا ایک بڑا شاندار جلسہ کرتے - اور جماعت کے دوستوں کو دعوت میں شریک کرتے ہمارے علم سے باہر ہے کہ آپ اتنا روپیہ کہاں سے خرچ کرتے تھے - آپ کی ڈاک کا خرچ دس روپے ماہوار سے کسی صورت میں کم نہیں تھا -

ایک مرتبہ میری والدہ صاحبہ فرمانے لگیں کہ مولوی صاحب! آپ امور خانہ داری میں کچھ حصہ نہیں لیتے بچے اب جوان ہو گئے ہیں گھر کے اخراجات بڑھ گئے ہیں آپ کی آمدنی کی کوئی صورت نہیں ہے - لوگ کس طرح روپیہ کماتے ہیں - آپ بھی کمائیں تا گھر کا خرچ بخوبی چل سکے - گھر کے مکان گرنے والے ہیں - آپ کو کوئی خیال نہیں ہے آپ سکول کی پختہ عمارتیں بنا رہے ہیں - ان کی مرمت کا بھی کوئی خیال نہیں ہے - آپ نے فرمایا کہ لوگ روپیہ کماتے ہیں اور خرچ کر دیتے ہیں - میں بھی روپیہ خرچ کر دیتا ہوں - اگر آمدنی ہے تو اتنا خرچ ہوتا ہے - صرف فرق اتنا ہے کہ لوگ دنیاوی کاموں پر خرچ کر دیتے ہیں - اور میں خدا کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں سکول کی امداد کا روپیہ ایک سو روپیہ ماہوار آتا ہے - یہ میری آمدنی ہے - اور کچھ فیسوں کی آمدنی ہو جاتی ہے - گویا میرے ہاتھ سے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کے قریب خرچ ہوتا ہے اس سے زیادہ ہمارے گاؤں میں کسی کی آمدنی نہیں ہے - دوسرے میں خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے مکان بنا رہا ہوں تاکہ طلباء مذہبی تعلیم حاصل کریں کیا وہ خدا جس کا میں اتنا کام کر رہا ہوں میرے گھر کے خام مکانات کی حفاظت نہیں کرے گا؟

مہمان نوازی

آپ کا بہت سا وقت مہمان نوازی میں بھی خرچ ہوتا تھا - آپ نے ایک رجسٹر بنایا ہوا تھا - جس میں لنگر خانہ کی طرح مہمان کا نام درج کیا کرتے تھے - ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اور ایک اور مولوی صاحب ان کے ساتھ تھے - جن کا نام مجھے یاد نہیں وہاں گئے - آپ ان سے تبلیغ ملحقہ دیہات میں کراتے رہے - آپ نے ان کا نام لکھ لیا - اور یہ بھی لکھ لیا کہ فلاں کھانا انکو کھلایا گیا اور فلاں وقت - ایک وقت آپنے رجسٹر میں لکھا کہ حلوا گوشت روٹی کھلایا گیا - کہیں مولوی محمد ابراہیم صاحب نے وہ رجسٹر دیکھ لیا - انھوں نے دوپہر کا کھانا کھایا تھا - غالباً عصر کے بعد آپنے رجسٹر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا پایا کہ ان کو حلوا - گوشت - روٹی کھلایا - مولوی صاحب بہت حیران ہوئے اور فرمانے لگے کہ آپ عجیب آدمی ہیں جو ہم کھاتے ہیں وہ بھی رجسٹروں میں نوٹ کر لیتے ہیں - آپنے جواب دیا کہ جب ہم قادیان جاتے ہیں تو مسیح موعودؑ کے لنگر میں ہماری روٹیاں لکھ لی جاتی ہیں - اور اگر دال چاول سبزی کھائیں - ہر ایک خانہ کے مطابق لکھ لیا جاتا ہے - اگر ہم نے لکھ لیا تو کیا حرج کی بات ہے - آپ کیوں خفا ہوتے ہیں - ہم تو کبھی خفا نہیں ہوئے کہ مسیح موعودؑ کے لنگر میں ہماری روٹیاں لکھی جاتی ہیں - مولوی محمد ابراہیم صاحب بڑے زور سے قہقہہ لگا کر ہنسے اور دیر تک ہنستے رہے - اور یہ بات سن کر جو دوست پاس بیٹھے تھے وہ بھی ہنس پڑے

آپنے اپنی گرہ سے خرچ کرکے ایک مہمان خانہ بھی بنایا - جس کے دو کمرے ایک کھلا صحن ہے مہمانوں کے لئے علیحدہ بستر اور چارپائیاں بھی بنائیں جو مہمانوں کے لئے کام آئیں - آپ علاقے کے سرکاری افسروں کو بھی ٹھیرایا کرتے تھے - انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹی - انسپکٹر محکمہ زراعت - انسپکٹر مدارس ہمارے مکان پر ٹھیرتے تھے - اور دوسرے افسر بھی مثلاً میڈیکل ڈیپارٹمنٹ کے افسر بھی دورہ پر آپ کے پاس ٹھیرتے تھے - آپ علاقے کے ہر ایک افسر سے درخواست کرتے تھے کہ سکول کا معائنہ کرے -

ایک دفعہ چوہدری سلطان احمد صاحب ڈپٹی کمشنر کو آپ نے سکول دکھایا - ایک لڑکی امۃ الرحمٰن کو (چوہدری عنایت خان کی لڑکی اور میری پھوپی زاد بہن تھی) انعام میں ایک عمدہ قرآن شریف بھیجا - اور باقی تمام لڑکیوں کو کتابیں بھیجیں - اور آئندہ امداد کا وعدہ بھی فرمایا - آپ اسی سال ریٹائر ہو گئے غالباً ۱۹۲۵ء کا ذکر ہے اور چھوٹے بچوں کو مٹھائی کے لئے انعام دیا - اور دوسرے افسروں مثلاً فنانشل کمشنر جب دورہ پر گئے - تو ان سے بھی معائنہ کرایا -

سکول کی بنیاد

ایک بات جس کا ذکر اوپر چاہیئے تھا میں بھول گیا - کہ سکول کی عمارتیں بننے سے پہلے جناب والد صاحب نے حضرت صاحب کو لکھا کہ خاندان نبوت میں سے کسی کو سکول کی بنیاد رکھنے کے لئے بھیجا جائے - اسلئے آپنے حضرت میرزا شریف احمد صاحب کو جو جالندھر ٹریڈ ویل میں تھے لکھ دیا کہ کاٹھ گڑھ جائیں اسلئے میاں صاحب نے اپنے دست مبارک سے کاٹھ گڑھ پہنچ کر سکول کی بنیاد رکھی - اور ایک بڑا شاندار جلسہ بھی کیا گیا -

ذبح بقر

چونکہ ہمارے گاؤں میں مذبح نہیں ہے۔ اسلئے ہم بقر عید کے موقع پر گائیوں کو روپڑ ضلع انبالہ جو ہمارے گاؤں سے جنوب کی طرف دریائے ستلج کے کنارے گیارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے لے جایا کرتے تھے اور وہاں مذبح میں کٹوا کر گوشت لے آیا کرتے تھے۔ چونکہ راستے میں ہندوؤں کے گاؤں تھے۔ فساد کا بہت خطرہ رہتا تھا گوشت کے خراب ہونے کا بھی ڈر تھا۔ بعض دفعہ خراب بھی ہو جاتا تھا۔ اور حفاظت کے لئے پولیس کا انتظام بھی کرنا پڑتا تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۲۰ء کی بقر عید پر ہمارے گاؤں کے ہندوؤں نے اردگرد کے گاؤں کے ہندوؤں کو جمع کر لیا۔ اور راستہ میں جب ہم گائے لئے جا رہے تھے۔ پانچ چھ ہزار آدمیوں پر پالنو کے قریب ہندو جاٹ پل پڑے۔ جو پہلے سے ہی جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے۔ فساد ہو گیا۔ اور گائیں چھین کر لے گئے۔ پولیس موقعہ پر پہنچ گئی۔ اور کچھ لوگوں کا چالان کر دیا۔ بعد میں راضی نامہ ہو گیا۔ پولیس نے ان گائیوں کو کاٹھگڑھ میں ہی دوسرے دن ذبح کرا دیا۔ اس روز سے آجتک ہم کاٹھگڑھ میں ہی گائیں ذبح کرتے ہیں۔ کوئی احاطہ یا مذبح نہیں ہے۔ جناب والد صاحب نے ایک رجسٹر بنا لیا۔ اس کا نام رجسٹر ذبح بقر رکھا۔ جب کوئی گائے ذبح کرتے اس کی مفصل رپورٹ۔ کس سے خرید کی گئی۔ حلیہ۔ قیمت اور حصہ داروں کے نام کس کے مکان پر ذبح کی گئی اور اسی وقت اس کی رپورٹ جناب ڈپٹی کمشنر، سپرنٹنڈنٹ پولیس، تحصیلدار صاحب علاقہ سب انسپکٹر پولیس کو بھیجدیتے۔ کہ فلاں تاریخ کو بھینے گائے ذبح کی ہے۔ فلاں فلاں حصہ دار تھے۔ بالکل امن رہا۔ کوئی فساد نہ ہوا۔ ہم پہلے بھی اسیطرح اپنے مکانو ں پر چار دیواریوں کے اندر ذبح کر لیا کرتے ہیں گاؤں کے نمبردار خفا ہوتے کہ آپ کیا کرتے ہیں ہماری اس میں بدنامی ہے۔ آپ لوگوں کو دلیر بنا رہے ہیں۔ کہ وہ ہر روز گائیں ذبح کریں۔ ہم سے حکام بالا پوچھیں گے ہم کیا جواب دیں گے۔ نمبردار اس کو سخت جرم سمجھتے تھے۔ آپ ان کو جواب دیتے کہ جب کوئی افسر یہاں آئے گا تو مجھے بلا کر لے جانا۔ میں ان کو جواب دوں گا۔ کہ میں گائے ذبح کراتا ہوں۔

ایک دفعہ ہوشیار پور سپرنٹنڈنٹ پولیس سے پہلے وہ سکھ تھے وہ فرمانے لگے کہ مولوی صاحب! آپ پہلے کیوں اطلاع دیتے رہتے ہو۔ آپ چپکے سے اپنا کام کرتے رہیں۔ آپ کو کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اسی طرح جب تھانیدار صاحب ملتے وہ بھی فرماتے کہ کہیں آپ اطلاع نہ دیا کریں۔ اپنا کام چپکے سے کئے جائیں۔ آپنے جواب دیا کہ حکام کو اطلاع دینی ضروری ہے۔ ورنہ چوری سمجھی جاتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے گاؤں کے ہندوؤں نے ایک درخواست سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس بھیجدی (سپرنٹنڈنٹ صاحب اور سب انسپکٹر صاحب علاقہ نئے ہی تبدیل ہو کر آئے تھے) کہ کاٹھگڑھ کے لوگ ہر روز گائیں ذبح کرتے ہیں۔ اور ہماری اس سے دل آزاری ہوتی ہے۔ ان کو منع کیا جاوے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے تفتیش کے لئے تھانہ دار صاحب کے پاس درخواست بھیجدی۔ تھانہ دار چودھری محمد طفیل صاحب تھے۔ انھوں نے نمبرداروں سے پوچھا کہ بغیر مذبح اور بغیر اجازت کے کیوں گائیں ذبح کر لیتے ہو۔ نمبرداروں نے جواب دیا کہ ہمیں تو معلوم نہیں۔ اب معافی دیجاوے آئندہ ایسا قصور نہ ہو گا۔ آئندہ ہم گاؤں میں کبھی گائے ذبح نہ ہونے دینگے۔ جناب والد صاحب کو بلایا اور پوچھا آپنے جواب دیا کہ ہم گائیں ذبح کرتے ہیں اور آئندہ بھی کرینگے۔ قانون کی رو سے ہمیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ہم اپنی چار دیواری کے اندر کر سکتے ہیں۔ تھانیدار صاحب نے فرمایا کہ آپ کے پاس کوئی ریکارڈ ہے کہ آپ کب سے اپنے گھروں میں گائیں ذبح کر لیتے ہو۔ آپنے رجسٹر لاکر سامنے رکھ دیا کہ اس کو پڑھ لیجئے کہ گذشتہ سالوں میں بقر عید کے موقع پر آجتک ۵۲ گائیں کاٹھگڑھ میں ذبح کر چکے ہیں۔ اور اس کی رپورٹیں حکام بالا کو بھی بھیجتے رہے ہیں۔ آپ چونکہ نئے نئے آئے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں۔ رپورٹوں کی نقول درج رجسٹر ہیں پڑھ لیجئے۔

تھانیدار صاحب حیران رہ گئے اور فرمانے لگے۔ اچھا جو ہو چکا اس کو رہنے دیجئے۔ اب آئندہ کے لئے لکھ دیجئے کہ آئندہ یہاں ذبح نہیں کرینگے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ہرگز لکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمارا تو یہی بیان ہے کہ ہم یہاں اپنی چار دیواریوں کے اندر گائیں ذبح کرینگے۔ ہم اپنے ہندو بھائیوں کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتے۔ اور یہاں فساد کا کوئی اندیشہ نہیں۔ یہی بیان لکھ کر جناب تھانیدار صاحب واپس چلے گئے۔ بعد میں گاؤں کے نمبردار آپ پر خفا ہونے لگے۔ کہ ہماری شامت اعمال ہے۔ شاید اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ آپ ہماری نمبرداری کو نقصان پہنچا رہے ہیں آپنے جواب دیا کہ آپ پر کسی قسم کا گورنمنٹ کی طرف سے حرف آئے۔ تو میں ذمہ دار ہوں۔

چنانچہ رپورٹوں کا سلسلہ باوجود لوگوں کے منع کرنے کے آپنے جاری رکھا۔ جب گورنمنٹ کو یقین ہو گیا کہ کاٹھگڑھ میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات اچھے ہیں۔ اور کسی قسم کا فساد کا اندیشہ نہیں ہے۔ تو گورنمنٹ بقر عید کے موقع پر خود پولیس کو بھیجنے لگی۔ اب ہر سال گورنمنٹ ایک گارد بھیج دیتی ہے۔ اور جناب تحصیلدار صاحب بھی تشریف لے آتے ہیں۔ اور پولیس اپنے انتظام کے ماتحت ذبح بقر کا کام کراتی ہے۔ ہمیں پولیس منگوانے کے لئے کوئی درخواست نہیں بھیجنی پڑتی۔ اور نہ ہی ہم پر پولیس کا کچھ بوجھ ہوتا ہے۔ اب آپ کی وفات کے بعد لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ آپ نے اتنے بھاری کام کو کسطرح نبھایا۔ آپ کی رپورٹوں کا یہ اثر ہوا کہ اب ہمارا ذبح بقر کا دائمی حق قرار دیا گیا ہے

آپ کی وفات کے بعد بھی اب کوئی گائے ذبح کی جاتی ہے تو اس کی رپورٹ بھی بھیجی جاتی ہے۔ لیکن ہندوؤں کی دل آزاری نہیں کی جاتی۔ اپنی چار دیواریوں کے اندر چپکے سے کر لیتے ہیں۔ اور اس کی رپورٹ افسروں کو بھیج دیتے ہیں۔ عرصہ سے ہمارے تھانہ میں سب انسپکٹر صاحب پولیس مسلمان ہی آتے ہیں۔ جب کبھی سب انسپکٹر صاحب دورہ پر آتے۔ تو آپ ضرور کوشش سے گائے ذبح کراتے اور ان کو گوشت کھلاتے۔ سب انسپکٹر صاحب بہت خوش ہوتے اور ہنستے کہ مولوی صاحب تو افسروں کی بھی قلمیں پکڑ لیتے ہیں۔ اب لوگ آپ کو دعائیں دیتے ہیں کہ اتنے بڑے کام کو آپنے کس طریقہ سے فتح کیا۔

روپڑ ضلع انبالہ میں جماعت احمدیہ کا قیام

ہمارے گاؤں میں جنوب کی طرف گیارہ میل کے فاصلہ پر دریائے ستلج کے بائیں کنارے پر روپڑ ایک شہر ہے۔ جہاں سے نہر سرہند نکلی ہے۔ وہاں ساٹھ فیصدی مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اور زیادہ تر لوگ تجارت پیشہ اور ملازمت پیشہ ہیں۔ لیکن وہاں کوئی احمدی نہیں تھا۔ آپ اکثر وہاں جاتے اور تبلیغ کرتے۔ لیکن وہاں کے لوگ آپ پر پتھر پھینکتے۔ اور گالیاں نکالتے۔ اور پبلک جلسہ نہ ہونے دیتے۔ لیکن آپ نے استقلال دکھا۔ جب کبھی قادیان سے کاٹھگڑھ جاتے تو کوئی نہ کوئی مبلغ ساتھ لے جاتے۔ اور اس کو ساتھ لے کر ضرور وہاں جاتے لوگ ٹھہرنے کے لئے مکان نہ دیتے۔ وہاں کے مولوی لوگ منع کرتے کہ ان کو اپنے مکانوں میں نہ ٹھہرنے دیں۔ آپ سرائے میں ٹھیر جاتے اور فرداً فرداً تبلیغ کرتے اور کسی غیر احمدی کے مکان پر لیکچر کرا دیتے۔ وہاں بہت سے لوگ سننے کے لئے آجاتے۔ بعض شریر لوگ پتھر پھینکتے۔ آپ کوئی پرواہ نہ کرتے۔ وہاں گورنمنٹ سکول میں مولوی عبدالمجید مولوی فاضل عربک ٹیچر ہے۔ جو عرصہ پچیس سال سے وہیں پڑھاتا ہے۔ آپنے سنہ ۱۹۱۲ء میں وہاں تحریری مناظرہ کرایا۔ ہماری طرف سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حال پروفیسر جامعہ احمدیہ مناظر تھے بڑا کامیاب مناظرہ ہوا۔ آپنے ہمت نہ ہاری وقتاً فوقتاً علماء کو ضرور لے جاتے اور وہاں تبلیغ کراتے۔

ایک دفعہ آپ مہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل اور گیانی واحد حسین کو بھی وہاں لے گئے۔ لوگوں نے پبلک لیکچر نہ ہونے دیا۔ آپ نے ایک وکیل کے مکان پر لیکچر کرایا۔ جو اب احمدی ہیں اور اسوقت غیر احمدی تھے۔ لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ لوگ کثرت سے وہاں جمع ہو گئے۔ اس کے بعد آپنے ایک تبلیغی جلسہ مقرر کر دیا۔ اور مرکز سے دو مبلغ منگوائے۔ ایک مولوی محمد یار صاحب تھے۔ اور دوسرے مولوی عبدالغفور مولوی فاضل تھے۔ آپنے پبلک جلسہ کی کمیٹی سے اجازت حاصل کی۔ لیکن اجازت نہ ملی۔ مسلمانوں کے کرایہ پر مکان دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ایک سکھ کی حویلی کرایہ پر لی۔ اور کھانے پینے کا سامان برتن سب کاٹھگڑھ سے لے گئے۔ وہاں کثرت سے لوگ شامل ہوئے۔ اور جلسے کا بہت اچھا اثر ہوا۔ بہت لوگوں پر سچائی کھل گئی۔ لیکن ابھی اعلان کرنے سے گریز کرتے تھے۔ باوجود اتنی تکلیفوں کے آپنے تہیہ کر لیا کہ روپڑ میں ضرور جماعت قائم کرینگے

آپ مولوی عبدالمجید مولوی فاضل اور مولوی عبداللہ دیوبندی کے ساتھ مناظرہ کی خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔ آپ اسی روز روپڑ سے تشریف لائے تھے کہ آپکے پاؤں میں کانٹا لگا۔ اور فوت ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

(باقی آئندہ)